رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳
REGISTERED NO A 783



منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد وضوابط

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ ہر حال میں پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کیجائیگی یعنے للعہ رسالانہ قیمت لیجائیگی۔ یہہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ **اودھ پنچ** ایک مشہور ظریفانہ پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اوسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اوس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپ کے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپ کے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہون تو چہ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ بالخیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا بھی نقص ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اونھین لازم ہے کہ چھ **سالانہ** خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اوٹھائین۔ مذہب یا نادار یا یتیمی کا واسطہ خلاف ہمیت ہے۔

(۶) یہہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستے مین گم و غپ ہو جاتا ہے لیکن یہہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دو تقاضے پر نیازمند منیجر خود نہین پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اوسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی۔ پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات واطلاعات کے تحت مین منیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اونکے متعلق جملہ خط وکتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شایع ہونگے اور اونکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اون مین نہو فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اونھین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اون کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۲۱ نمبر ۴۱

مضامین غیر

(۲۹- اکتوبر ۳۶ء)

"ایک ضروری خط"

بیلیف صاحب سلام و پیام

معلوم ہوتا ہے آپکے قصے کے گھوڑے نے میدان قیاسات میں ناحق لیٹنا شروع کر دیا ہے۔ ورنہ ایسے لیے نوٹ "اشتہارات" کے تحت میں شایع نہ کرتے۔ حضرت جو شخص آپس کی منافرت بہا کر جنگ و جدل کا بازار گرم کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے لیے غیر قوم کے شایر کے قتل کی خفیہ کمیٹیاں بنانا کونسا مشکل کام ہے۔

اگر معاملہ یہیں ختم ہو جاتا تو بھی اچھا تھا۔ مگر آگے چل کر تو ایسی قلابازی کھائی۔ کہ چاروں شانے چت گرے ہو۔ جب آپ نے سنڈرم کا بیان تسلیم کرتے ہوئے یہ تو فرما دیا کہ اس حرکت کا سہرا اس کے سر ہوا۔ تو کوئی اسرار منڈر مکرم ہو جائے مگر اس بیچارے کی چند پاک سے وطن جو سوامی صاحب یا ان کے ساتھیوں کے ہاتھوں بے جان ہو گئی سوا بیان غرض کیا یہ آپکا فرض نہیں تھا۔

حضرت ہندو دوست نہیں۔ اور مسلمان دشمن نہیں دونوں دوست ہیں مگر کسو قوم کا سچا خیر خواہ اور ہمدرد ہے چونکہ آپکا مسلک صلح کل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں اپنی رائے لکھنے کی جرأت ہوئی۔ ورنہ سیکڑوں اخبارات پنجاب سے شایع ہوتے ہیں جو انکے دل میں آتا ہے لکھتے رہتے ہیں کسی کو کچھ سروکار نہیں۔ مگر آپکی پالیسی کا علم رکھتے ہوئے یہ گوارا نہیں ہو سکتا کہ آپکے قلم سے بھی ایسے سوال شایع ہوں۔ جس طرح آپ اپنے کو مذہبی معاملات میں الگ ثابت کرتے ہیں۔ اسی طرح سوامی صاحب نے بھی مذہبی معاملات میں اپنے آپکو الگ ثابت کر دیا ہے مسیر کسی سے حسد نہیں کسی سے کوئی دشمنی نہیں اور یہ معلوم نہیں کہ اسے بچے کیوں مارا حضرت اگر مذہبی عصبیت میں جوش کھائے ہوتے تو اس طرح کا بیان نہ دیتے۔ بلکہ جست کہہ دیتے کہ یہی کافر ہے جس نے مذہب کی آڑ میں مجھ پر حملہ کیا۔

حضرت وقت نازک ہے۔ دیکھنا کہیں پھسل نہ جانا۔ کیونکہ جو جوش اسوقت پنجاب میں پھیلی ہوئی ہے اسکا اندازہ آپ لکھنؤ میں بیٹھکر نہیں لگا سکتے۔ اور اگر لگا سکتے بھی تو وہ ارشادات آپکی صلح کل پالیسی میں داغ لگانے والے ثابت ہونگے۔ بس بہتر ہے کہ حالات پنجاب کو مرتضیٰ مرزا پر چھوڑ کر اپنا دوسرا کام کرتے جاؤ۔ اور انکو جیسے میں ویسے ہی رہنے دو۔

یہ ہے جس لیاقت سے شایع ہو رہا ہے وہ واقعی قابل داد ہے۔ اور خاصکر ایڈیٹر کے طرز تحریر کو سبحان اللہ ماننی ہے۔ مگر ہمارے حیرت ہے کہ ان باتوں کے ہوتے ہوئے پھر ایسے نوٹ شایع ہوں معلوم ہوتا ہے۔ کوئی پنجابی مولانا صاحب دفتر اودھ پنچ میں تشریف آور ہوئے ہیں ورنہ کہاں اودھ پنچ اور کہاں ایسی تحریرین اس تحریر سے اودھ پنچ کو اپنے معیار پر چلتے ہوئے دیکھنا مقصود ہے۔ اور کچھ نہیں فقط۔

نیاز مند عکم چند - ارشد - ملتان

واللہ حضرت ارشد جناب کے بیچ سر پائے ہوئے مضامین کا زیادہ مول نہ پڑ جائیے۔ ان میں جان نہیں ہے۔ آجکل زندہ مضمون پسند کیا جاتا ہے جسکی سرخی دیکھتے ہی سادہ مزاج غصہ ور بھلے آدمی جامہ سے باہر ہو کے مرنے کٹنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں (۱) اپنی مسلمان خنڈوں نے ایکس ہندوؤں کی آنکھیں چھری سے نکال کے گوندوں کے حوالے کیں (۲) ہندو ذہنیت کا نرالا شاخسانہ مہابیروں کی کمر پر چڑھائی (۳) ابگل کا یار، نہیں جمعیۃ الاحرار نے میرٹھ برادر دونوں صمت و عفت کا ثبوت دے دیا (۴) ایک برہمن دیوتا ہندو دیوی کو بھگا لے گیا (۵) مقام خبیث آباد میں پوتر ہندو دھرم کی ستیاناسی (۶) حکومت کی تازہ ہند و پروری (۷) حیدرآباد دکن میں سکھوں پر ظلم کی دھار (۸) بلاندور میں مسلمانوں پر تشدد کی لہر (۹) ایک ہندو برہمن کی گائے کے ساتھ خوش فعلی۔

زمانہ کا انداز نہ اودھ پنچ سے میل کھاتا ہے نہ ڈیٹر سے موافقت رکھتا ہے بجستی ہوی بات سے کوئی خوش نہیں ہوتا مولویوں اور مولاناؤں کو توکانوں تو دھونے گال پیٹ گئے۔ سوامیوں اور مہاتماؤں کی گھنٹی بیکر تو وہ بجائے۔ لیڈروں کے واسطے "عقل کی دعا مانگی" تو وہ دو جانے ڈاکٹروں کو نیک و بد سے خبردار کیا تو وہ غرائے۔ بالاستقلال بارہ تیرہ برس تک رٹنا دیکھنے سننے کے بعد میں بانگ کی چاپ لوگوں نے نہ بجائی۔ اتنے دنگے کی خبر سنانے کا سلسلہ جاری ہے ……

…… نا کردہ گناہوں کی زبان پر جو ہے اس سے کوئی مکھوں والا انکار نہیں کر سکتا۔ سو سازشوں کی ایک سازش ہے عداوت اور نفسانیت ہے۔ اس قسم کی دو چار بیہودگیاں دیکھنے کے بعد قیاسی ٹٹو پر سوار ہو کے معنوی اور خیالی سازشی کمیٹیوں میں گھس جانا اور کتنا کرے

جانتا ہوں پہچان گئے کچھ دل میں کالا کالا ہے

اون ہی لوگوں کو مبارک ہو جو اس پیرایہ میں پولیس اور حکومت کو غریب عام بے تعلق کار بیاری آبادی پر سختی کرنے کے واسطے ابھار رہے ہیں تاکہ دل کی بھڑاس نکل جائے۔ رگ حلال زادگی سکون پائے۔ پیٹ کا دھندا سپچلے۔ حمایتی بن کے شہرت و ناموری کا گورکھ دھندا حل ہو جس فرقہ کی آبادی جہاں کم ہو گی وہیں مظلوموں کی تعداد زیادہ ہو گی۔ مظلوموں کی تعداد زیادہ ہو یا ظالموں کی تاحق کے حمایتیوں اور ہیجان پیدا کرکے روٹی کمانے والوں کا تو ہر نوع سید حا ہو جاتا ہے۔ مصدر حمت ایسی پاک کمائی نہ ہمارا دل تاثرات سے بری ہے اور آپ کا دل ہے فریب خوردہ اسو ہے "مخفی کمیٹیاں بنانا" آپ کے نزدیک کوئی "مشکل کام" نہیں ہے اور ہمارے نزدیک بالکل دور از قیاس و عقل ہے مفسدہ پردازی کے پردہ دوروں یا دورتوں میں جا ڈالی کرنے والے متفق تو ہو سکتے ہیں لیکن سازش نہیں کر سکتے۔ بایں معنی کہ ہر مفسد کی راہ جدا گانہ ہے اور خود غرضی نے ایک مفسد کو دوسرے مفسد کا حریف بنا دیا ہے۔ ایسی گھوڑ دوڑ میں جو سازش کیونکر ممکن ہے۔ اور ہو بھی تو مخفی نہیں رہ سکتی پیٹ ثبات کی کوئی صورت نہیں۔ خفیہ پولیس کی شین میں مخبروں کی کثرت بھی ہے تاہم ہندوؤں کے دلوں میں آتش عناد مذہبی کی سینک پھونکی جا چکی ہے۔ یہ لوگ آسمان کے تارے توڑنے کا دم داعیہ رکھتے ہیں اگر سازش کا کچھ وجود بھی ہوتا تو سوئی نہ بجاتا

اینک بن چکا ہو۔ آخر ہندوستانی بالشویک جماعت
کا وجود عنقائی اسی پولیس نے جیشناد شہود ثابت کر دکھایا۔
آجتک پولیس کا رستم اس خیالی دیو سفید سے کشتی گیری
مین مصروف ہے اور ملک کے ہاتھون رنبیرہ و تباہی و کوفت
پر تباہ ہو رہے ہین۔ ہنوز یہی حال ہے اگر ہو تا تو کیا ہوتا؟

یہہ بھی یاد رہے کہ ہر شہر کا ایک پنڈت ہے جسے
عرف عام مین "اخبار" کہتے ہین۔ مذکورۂ بالا سرخیان
دیکھ کے ہر ایک سادہ دل "سازش" کا وجود محسوس کرتا
ہے مگر یہہ کرتگی اراوی نہین ہے۔ یون سمجھیے کہ اگلے
زمانے کی طرح کسی شہر یا مکان کی لوٹ مباح کر دی گئی ہے
لٹیرے گھرون مین چاند پڑے ہین جسکے ہاتھ جو کچھ لگا وہ لیجا۔
شہر در لٹیرون کا ڈر ہے جو کمزور لٹیرے ہین انتفاع کی
حفاظت مین چالاکی بازی سے کام لیتے ہین ورنہ ہین سب
لٹیرے۔ ان مین جان پہچان بھی نہین ہے یہہ ایک دوسرے
کے واسطے اجنبی ہین اجنبیت کا مسئلہ ان چند تیرون
کی بوقلمون بولیون سے کھلتا ہے۔ ان چند تیرون کی
باہمی رقابت بھی اسکی گواہ ہے۔ دیکھیے دُنیا بھر مین
جماعت بندی ہے مگر نہین ہے تو ان چند تیرون مین۔
روز بروز کانفرنس ہوتی ہے اور بچ جاتی ہے۔ اسی
برادری مین بھی کچھ لوجھا ٹیو کر [illegible]
کی مثال یون فرض کیجیے کہ ایک لٹیرے نے دو توڑے
اشرفیون کے پائے ملا یہہ لیجانے مین اس مال غنیمت پر
دوسرے چوٹ کرتے ہین [illegible] لہذا شور ہے کی [illegible] مین
اشرفیون کی پوٹلیان رکھ کے [illegible] اور [illegible]
شروع کیا جاتا ہے [illegible] ہون میرے واسطے یہہ شور یا
بہت ہے۔

بہرحال آپ اسے سازش کہیے [illegible] سمجھیے تو مجھے
[illegible] آپ سے اور سمجھنے کی ضرورت نہین
مین شکر گزار ہون کہ آپ نے ایک مفید مطلب کے
متعلق مجھے میرے [illegible] بات صاف صاف کہلوا دی۔

اب رہا سوال [illegible] اور راجپال [illegible] کا معاملہ۔
اس سے آپ کو انکار نہین کہ راجپال کی دوکان پر یہہ
دوسرا حملہ تھا جو ہوا۔ [illegible]
نہین کیا [illegible] طرف سے کسی [illegible] نے
[illegible] نہین کہ کسی نے [illegible] ہین [illegible] کہا ہے کہ
دُکان پر ایسی باتین ہو رہی تھین جن سے مزاج کو [illegible] اور
ہو گیا تھا۔ اسمین کوئی بعید از قیاس بات نہین ہے۔ مذہبی
آدمی خواہ وہ مولانا ہون یا سوامی جہان بیٹھتے ہین بغیر
مذہب کا وظیفہ پڑھے نہین بیٹھتے خصوصاً اس مذہبی تجارت
کی گرم بازاری مین۔ پھر یہہ تو جناب راجپال کی دکان
ہے جسکو [illegible] شہادت کا تعلق ہے وہ تھا
مگر [illegible] کے قتل کی سازشی تجاویز آخر [illegible]
راجپال کی دُکان ہی پر کیون پورے ہوتے ہین؟

ہمنے جو نوٹ لکھا تھا وہ استدلال بتما صرف تنبیہی تھا
کہ تجارت گاہین مناظرہ کا اکھاڑہ نہین۔ شام ہوئی اور
جناب مولوی صاحب یا سوامی جی دکان یا شارع
عام پر اپنے خیالات و الزامات مذہبی کے تیغے باندھتے
آ بیٹھے۔ لگے دکھیان دینے (یا بیان دینے) اگر یہہ دستور
عام ہو گیا تو وہ جینا دوبھر ہو گا۔ [illegible] اس پر ہرگز اور
نہین کوئی [illegible] سوامی جی اسوقت حملہ کرنے والے
کے مذہب کی توہین کر رہے تھے مقصود تو یہہ تھا کہ [illegible]
کا یہہ ضروری جزو بالکل [illegible] تمام ہے اب مجرم سزا
پا گیا ہم پر [illegible] داری کا الزام عائد نہین کیا جا سکتا
اگر یہہ بات صحیح ہو تو اسکا یقیناً سد باب ہونا چاہیے
آپ کی مرضی نہین ہے تو معاملہ [illegible] کا تیور [illegible] دیکھیے
خدا گواہ ہے کہ ہمارا یہہ خیالی اندیشہ کبھی [illegible] ہو۔ اور کوئی
تیسرا واقعہ رونما ہونے پائے۔ کسی کی پشت کا خون ہو
یا چند یا گا اگر وہ یون بیکار رہا تو پوچھنے کے قابل نہین۔
اگرچہ [illegible] ملک کا خون عزیز ہو تو
دونون [illegible] ہماری صلح جوئی مین اشتباہ
کوئی صاحب خود نہین کر سکتا آپ [illegible] رہیے یارو
مین ہزارون جھگڑے کھڑے ہوئے ہین تو اور نہین ہے
اسکا ذکر ہی نہین کیا۔ کوئی تعلیم یافتہ [illegible] ہے کہ
[illegible] اشتعال طبع [illegible] کا
ڈھونڈھا [illegible]
[illegible] پر ہم بھی خوشی [illegible] ہوجائین۔

پنجاب ہو یا اودھ [illegible] ہر جگہ
[illegible] خواہ کوئی لکھنؤ مین [illegible] دیکھے یا لاہور اور
ملتان مین۔

اس آخر کے نوٹ لکھنے سے دیکھئے [illegible]

اور دکھاوٹ جس کا اندازہ مقصود ہے۔ واللہ ہم تو
اسکے قائل ہوگئے مگر یہہ خیال صحیح نہین کہ اودھ پنچ
کسی پنجابی مولانا کے چھپنے مین آگیا۔ اور تعجب ہے
اخوان پنجاب کیون سمجھ رہے ہین جو وہ اودھ پنچ کی طرف
رخ فرما رہے ہین فقط۔

عربیت پر تاخت

"تجلائے جدید"

خدا وند یہہ اُردو کی ڈور کا تکلائے جدید قابل
ملاحظہ ہے۔ عربی مصدر ہے "تجلّی" ایک علامۂ سخن
ساختہ "لام" "ا" "ی" کے نیچے مین الف محذوف کے
اور "جدید" کی طرف مضاف فرماتے ہین دنیا سے
تقلید کی۔ لہذا آپ اگر مقلد ہین تو آج سے بغیر خیال
تعلائے ذاتی و صفاتی و بدون پروائے تبرائے
اہلِ فن مشغول تعلائے جذبات و مصروف ترقائے
شاعری ہون۔

فارسی شعرا نے عربی الفاظ مین تصرف کیا بعض الفاظ
مفرس ہوکے مسخ ہوگئے۔ مگر یہہ لوگون نے قیاس پر
سب لفظ دھر لیے شگوفہ ہاتھ آیا اب یہہ حق عام
ہوگیا کہ جو صاحب کو لیاقت انگلی دکھائے وہ بھی
[illegible] استعداد کی نمائش [illegible] خیر نہین کہ عجب
اردو کا حشر کیا ہوگا یہہ غلط الفاظ کا مجموعہ ہو کے
رہ جائیگی۔

اکثر [illegible] ماہر کامل ایڈیٹر کے
محتاج ہین وہ خود باخبر نہین ہین تو [illegible]
کے واسطے جو [illegible] لگ کے لاتے ہین ان کی
اصلاح یا ان پر نکتہ چینی کس طرح کرسکتے ہین بھیک کا
دروازہ بند ہو جائیگا۔ جس در پر جائینگے پھر مانگو
سامنے [illegible] سننا پڑیگا۔

مضمون نگار یا شاعر صاحب جبتک بے ضرورت
فارسیت و عربیت کا اظہار فرمائین اوسوقت تک
کھانا ہضم نہین ہوتا۔ دنیا "علم و فضل" کی قائل
نہین ہوتی۔ ایک ہندی جانی لکھتے ہے پڑھتے
وطن مین ہوا کے [illegible]

گئی تھی مسافر اوہ جب اژدھم ہو نے کے بیچارے قزاقوں میں بھیک مانگا کرتے تھے۔ یہی طرز خیال بیٹ سے واقف ہو کے مسکرا دیے مگر ان پڑھ گنواروں پر ان کا سکہ بیٹھ گیا تھا۔ ادھر ادھر لوگوں نے صدا لگائی یہ خدا کی دین ہے آؤ بھو کا مسافر کو کھانا کھلاؤ خدا کی راہ پر بھوکے مسافر کو کھانا کھلاؤ) یا بقول امر حرب کا بدوضع ہے "ارے جا بھو مر بکنے دو" اُدھر چلا اور گنوار آ کا بیچارہ روٹی لے کے دوڑے وہ لے کے حاجی کا بدھو (بدھو یعنی بدو) لیو حاجی بدھو روٹی لیت جاؤ" بس "تجلائے جدید" بھی حاجی بدھو کی صدا ہے۔ ہم سے ہمیں کام نہیں مطلب اصلاح سخن ہے آپ بھی کیسے باسلیقہ" کہیے اور صرف حسن کلام کی داد عنایت کیجیے پھر گیا ہوا ہے تو آرزوں کی ستیا ناسی پر دو آنسو بہا لیجیے۔ عیش بھا نو نون اور گر انقدر احسانوں کا انبار لگا ہوا ہے ان پر نہ روئے تو پھر کس پر روئیے گا۔

شاعر تجلائے جدید دکھاتا ہے

بسکہ آزردۂ ویرانیٔ محفل ہوں میں
خرمن سوختۂ عیش کا حاصل ہوں میں

اس تجلائے وقیق کی شرح کیجیے

"چونکہ محفل کی ویرانی سے آزردہ ہوں۔ اسلیے عیش کے جلے ہوئے کھلیان کا حاصل ہوں۔ یا مجھے محفل کی ویرانی نے آزردہ کردیا ہے لہذا مجھے جلے ہوئے کھلیان کا حاصل سمجھو یا جلے ہوئے اناج کی راکھ کا ڈھیر اسلیے سمجھو کہ محفل کی ویرانی سے آزردہ ہوں۔ اگر یہ محفل "محفل عیش" تھی تو خرمن "بیکار" ورنہ "محفل" خود ویرانی سے آزردہ تھا خرمن عیش میں آگ کیا لگی راکھ کا ڈھیر ہوگیا خاک اڑنے لگی جب متوں کی جو روکو فرصت ہوگی جھاڑ دیگی کھلیان صاف ہوجائیگا۔ یہ مطلب چند لفظوں میں ادا ہو سکتا ہے "ہیج ویرانی بزم سے سامان عیش جل گیا" اسے کہتے ہیں صنعت تطویل بلا طائل۔

شعرا پر واجب ہے کہ تذکرہ خرمن بزم کا اور بن جاتی ہیں کھلیان کا الٹ ڈرا کشمکش ہو اکثر خرمن خرمن ہو المختل۔ افسوس محفل کے کھیت میں آزردگی کی

چلم کس نے پی کے کھلیان کے پاس بے احتیاطی سے اوندھا دی۔

تجلائے ثانی

غارت کیف رم رنگ چمن ہجرت گل
کس قدر بے رہبیوں کا متحمل ہوں میں

اللہ ری بلبلائیت (بقول عوام) بے رہبیاں سر صاحب ہی گھڑائی ہیں۔ اور وہ بھی خارج از ذات وزائد بر ذات۔ مزاج کی برہمی۔ حواس کی برہمی خیالات کی برہمی کا اثر اپنی ذات پر اور پاس بیٹھنے والے پر دشوار ہوتا ہے۔ کیف لٹ گیا۔ چمن کا رنگ بھاگ گیا۔ گل جلا وطن ہوگیا تو آپ کا کیا بگڑا جو



(دروغہ گی کے بعد)

جو آپ تحمل پر نازاں ہیں۔

تجلائے سوم

انقلاب اور یہ منظر کی غلط سامانی
اپنی منزل ہی پہ آوارۂ منزل ہوں میں

غالباً مقصود شاعر یہ ہے کہ انقلاب نے وہ منظر قائم نہ رکھا جیسے گھر پہچانا جاتا۔ نوٹے کی جگہ چنالی ہے ساغر کی جگہ بن گوٹی کا بدھنا ہے بیت الخلا کی جگہ باورچی خانہ ہے ڈھابلی کی جگہ تاپا ہے تو پتا کیونکر لگے ڈانواں ڈول پھرتے ہیں۔ یہ مطلب صرف منظر کے انقلاب ہی سے ادا ہو سکتا تھا "اور" بھی بیکار ہے اور "غلط سامانی" بھی فضول۔

تجلائے چہارم

منتشر ہیں مرے اجزائے تموج یعنی
متحمل موجۂ آب سر ساحل ہوں میں

پھر آج معلوم ہوا کہ ساحل کے سر کے پانی کا موج ہات اضمحلال منتشر الاجزا ہو جاتا ہے۔ یہ ہے داقعی تحقیقی جدید" لالہ تکے نویس انھوں نے "نئے مزاج کی ہندی لکھنے کی خدمت از خود حاصل کرلی تھی ادھر کوئی تاؤ سامنے آئی اور انھوں نے للکارا "دیکھو خبردار۔ ملی نہ گرنے۔ ہم سرکاری ٹالا نویس ہیں ہمارا کام ٹالا نویسی ہے یعنی یک دو سہ چار پنج شش۔ لالہ رونا دستخط سے مزین فرمائے رہی۔ العبد ندوری لکھنی چند ٹالا نویس بقلم خود" اجزائے تموج کے انتشار اور موج آب سر ساحل کے اضمحلال سے ہرگز واقف نہ تھے۔ واہ رے مجلائے "اور یعنی" کا تو جواب ہی نہیں

تجلائے پنجم

جس پہ شیرازۂ دل کا نہیں ہوتا اطلاق
اپنے پہلو کا وہ برباد شدہ دل ہوں میں

سمن بغرض قرار داد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۲۲ ۱۹۲۶ء

عدالت منصف صاحب بہادر اجلاس مقام ضلع سلطانپور
رتی سنگھ ولد ... ساکن ... پرگنہ ... ضلع سلطانپور مدعی

بنام

مسماۃ لچھمی کنور

بنام مسماۃ لچھمی کنور زوجہ شیام سنگھ ساکن رام نگر پرگنہ ... ضلع سلطانپور .... مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت دخل ... دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ ۶ نومبر ۱۹۲۶ء بوقت ۱۰ بجے دن بذات خاص یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے واقف ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعویٰ ... اور جن دستاویزات پر تم بتائید اپنی جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع ہو کر فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۔۔ ماہ اکتوبر ۱۹۲۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

تاریخ بیان تحریری ... ماہ نومبر ۱۹۲۶ء
وقت حاضری ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک
دستخط حاکم مجیب تحریری

مہر عدالت

دل کا کنایہ "دفتر" سے عام ہو تو ضرورت دفتر کی تصریح کی نہیں۔ پھر تو "شیرازہ" اور "نیس" جو کچھ فرمائے بجا تھا مگر ایسا نہیں ہے لہذا یہ "شیرازۂ دل" کچھ لایعنی سا ہے۔

آپ ہی اپنے پہلو کا برباد شدہ دل ہونا بھی کیا تجلائے جدید ہے کہ واہ واہ۔ کوئی چاہے تو پوچھ سکتا ہے کہ کیا اپنے پہلو کا۔ آپ ہی برباد شدہ دل ہونے والا بس "شیرازۂ دل" ہو جاتا ہے؟

تجلائے ششم ونہم۔ یعنے سارے ششم سے

اب ہے دنیائے سکون میری نظر میں محدود
کاروانم ہمہ بگزشت زمیدان شہود
مثل نقش کف پانام ونشانم باقی ست

اہل "تجلائے جدید" ہی یہ رمز سمجھ سکتے ہیں کہ دنیائے سکون کا نظر میں محدود ہونا میدان شہود سے گذر جانے اور نقش قدم کی طرح سیاہ سیاہ دھبے چھوڑ جانے سے کیا تعلق رکھتا ہے۔ یا اوپر کے پانچوں تجلے یا تجلائے جدید تضمینی شعر سے کیا لگاؤ رکھتے ہیں۔

ایک تجلائے بے معنی ختم ہوا دوسرا تجلائے بلاتعلائیت یوں شروع ہوتا ہے سے

ذرہ ذرہ میں مگر جوش فراوانی ہے
مختصر دائرہ نشو میں طغیانی ہے

فراوانی کا جوش اور طغیانی کا نشو پھر اس طغیانی کے تنگے سے گھیرے میں انحصار یعنے تنگی یعنے بیچ ڈالے کیا کا کیوں نہو۔ ذرے سارے جوش کے ابھار رکھے رہے ہیں۔ یا ڈھیر ہوئے جاتے ہیں۔ نشو کے دائرے آکھنڈا میں طغیانی مختصر ہوئی جاتی ہے اور معنویت کی اس تنگی میں گردن پھنسی ہے۔

اگر اختصار صفت دائرہ ہے یعنی مختصر سا دائرہ نشو طغیانی کے مرض میں مبتلا ہے تب بھی اس بلاغت کے نمونے کا پسند کیجیے۔ کیا مطلب ہوا؟

تجلائے ثانی سے

ازلی عشق جو مٹ مٹ کے ابھرتا میرا
مرگ ابدی گران جانی ہے

عشق جو مٹ مٹ کے ابھرتا میرا ہوتا تو قید عدم و قسمت نہ جاتا اگر یہ ہوتا کی تعقید میں فرق آتا۔ پھر بار مٹ کے ابھرتا میرا" یہ ایک ازلی عشق ہے تو کسکی عشق ہے؟ خود مٹ کے ابھرتے ہیں یا کوئی مشاق مٹا کے ابھارتا ہے کیونکہ "میرا" تو اس حالت میں ابھرنے سے متعلق ہوگا لہذا ازلی عشق فاعل کی محتاج رہ جائیگی۔ دوسرے مصرع میں "مرگ ابد" یعنی "مرگ ابدی" ہے اور اسی کا نام ہے تجلائے جدید در رد تجلائے قدیم۔ "ازلی" کا تقابل "ابدی" کا خواستگار ہے تو ہوا کرے قواعد فصاحت و بلاغت و معنویت مٹ مٹ کے ابھرینگے کمبخت میں ختہ ہاں جب کبھی ابھریں۔

تجلائے ثالث سے

پھر مجھے دے کوئی کیفیت تجلائے جدید
پھر مجھے حسرت نظارۂ بستانی ہے

پھر تجلائے جدید کی کیفیت شعری حاصل ہونے کی خواہش اسلیے ہے کہ "حسرت نظارۂ بستان" یعنی نظارۂ بستانی پھر پیدا ہو گئی۔

اب معلوم ہوا کہ تجلائے جدید کے معنی ہیں۔ تازہ حیوۃ لیکن سنگی اور گونگی کی قید بیکار ہے۔ تجلائے عجب گران جانی کی بدولت پہلے ہی حاصل ہو چکا "نظارۂ بستانی" کے واسطے وہی کافی ہے خواہ مخواہ دست طلب بڑھانے کی ضرورت نہیں۔

تجلائے رابع سے

صحن گلشن کو سکھاتا ہے طراز پرواز
پھر نشیمن پہ مجھے ذوق پرافشانی ہے

بھی واہ نظارۂ بستانی کی حسرت کے بعد تجلائے جدید کا نیا مدعا "صحن" کو اڑن گھائیوں کی تعلیم دینا اور تمام صحن کے اڑنچھو ہونے کے بعد اوٹ نشیمن پر جو خالباً ادسی اگنتائی کے ایک درخت میں ہوگا پرافشانی یادم جنبانی کرنا کسقدر معقول دربلاغت ہے۔ صحن کبھی گرہ باز کبوتر جیسا اڑتا تھا کسی نے پکڑ دیا ہے تو گریز پرافشانی کی کتاب پڑھتے ہیں طرز پرواز سیکھ جائیگا با فطرہ وہ کی غربت اور بیکسی۔

تجلائے خامس سے

گو ہے برباد مرا نقشۂ تنظیم حیات
وہ یہ میں پھر بھی مری سوختہ سامانی ہے

حیوۃ یعنی زندگی کا رسم انحدا رسیوں کا شکر گذار ہے کہ ادھوں نے حیوۃ و حیات رہنے دیے۔ سانپ میں کوئی امتیاز باقی نہ رکھا۔ بیت مذکور میں "گو" بہت برمحل ہے اور سوختہ سامانی کا وجہ تو خواہ مخواہ شعر والے کے سر کا کلک بند کر بنا دیتا ہے۔

زہے فصاحت یہ شعر "مرگ ابد" کے بعد ہوتا تو کسیقدر سلسلہ بے ربط نہونے پاتا۔ پھر پھر کی تکرار سے سامع کا دماغ پھر جاتا بلکہ پھر کی بن جاتا ہے۔

تجلائے سادس ونصف سے

پھر رگ گل میں وہی پھروے مذاق تنویر
جرعہ اے فطرت ایاق گلستان برگیر
آتش عشق کرد شعلہ ستانم باقی ست

"گو" فارسی شعروں "پھر" کسی طرح نہ پھر سکا جو بھی مذاق تنویر رگ گل میں شعلے کی خواہش ہے تجلائے جدید "جرعہ" کی غلطیاں نا حرکت بھی طلے نہ اقتباس پھر جرعہ بھی کیسا "آتش" کا جو عشق کے جام میں رفتہ کی یادتازہ کرتا ہے۔

بانسے نحوا کوئی اہل زبان جو اس نادیت کی داد دیتا کم از کم اتنا تو ہونا چاہیے تھا کہ یہ مثل ورنہ آتش عشق سلگتا کا ہے یا "آتش عشق" کا۔

الغرض تجلائے جدید کے بعض "جرعات" ناچشیدہ ابھی باقی ہے کہ ہم اکتا گئے۔ کیا کریں دل سے یہ وہم کسی طرح دفع نہیں ہوتا کہ صوری و معنوی خوبیوں سے جو شعر خالی ہے وہ اگر موزون ہے تو کیا دیج کی پہاں اور ترانے کی توم تنا نا ہے اور اگر صحت وزن سے بھی معرا ہے تو پھر ہے کا نون دالے کی تبیتی کو ہم کیوں نہ شعر کہیں۔ الفاظ بگاڑ دینا ان کی صحت ملحوظ نہ رکھنا یا ان کے امتزاج میں معنوی ربط و تناسب غیر ضروری خیال کرنا بدعت ہے تو یہ بہت سہل ہے اس پر ہر متنفس قادر ہے۔

مقصود اس تمام تاک جھانک سے نہ ہماری لیاقت ہے نہ کسی کی شہرت میں بٹا لگانا۔ خدا کے واسطے اردو کی جان پر رحم کیجیے۔ ایجاد اور غلط گوئی مراد نہیں ہے؟ اودھ پنچ میں یا بابد ہنگی اور ادبی رسالوں میں مضامین شائع ہوئے ہیں۔ اور خدا کا شکر ہے کہ صاحبان سکہ



ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

نباش :- ہاں! تجھے گہری گور میں توپوں ۔ ہا ہشدنی ۔ ذاتی کمبخت مانتی ہی نہیں ۔

ذات :- مرے پر سرے دشمن جنگی پہ قبریں ہیں ۔ ہندوستان بھر میں کوئی گورستان مجھے سلا نہیں سکتا ۔ بیٹے تو بعض ہندوؤں کی خاطر سے کفن پہن لیا تھا :



محبّت کا گلدستہ
اس گلدستہ میں
تبلیغی الارم
منیجر نصیر واچ کمپنی رجسٹرڈ ڈیلرز آف ویسٹ اینڈ کمپنی صدر بازار میرٹھ (یو پی)

وہ کارت سنہ اون پر غور کرنے کے بعد اپنی روشن خیالی ہے لیکن کونسی اُلٹ کی برکت کسی طرح کم نہیں ہوتی کل ہوتے ایک سنہ ایک مالک مطلوب نیا پیدا ہوتا اور اڈیٹرین کے بھفوات کی اشاعت پر آمادہ ہوجاتا ہے ان بھفوات کے قدردان خدا جانے جنس ناقص کی خریداری کے لیے منہ پھیلائے بیٹھے رہتے ہین کہ فوٹا درخواستین بھیجتے اور نکاسی ذخیرے سے گھر بھر لیتے ہین۔

شعر جان ادب ہے موزون عبارت کی جانب بلا ارادہ توجہ بھی داخل فطرت معلوم ہوتی ہے چھوٹے بچے جنکا ابھی ابھی درست نہین ہوا اپنے عرض اور سوالکو وزن شعری کے ساتھ ظاہر کرتے ہین چنانچہ ایک تین برس کا بچہ صحن مین کھیل رہا تھا اور کہتا جاتا تھا۔

”وہ ابا آتے ہو نگے جی
کھلونے لاتے ہو نگے جی“

اگر یہ صفت محض مکابرہ کرنے والے کم استعداد وکم محنت اشخاص پر چھوڑ دی گئی اور خالی الذہن افراد نے انکی تقلید شروع کردی تو ملک گڑھے مین رہیگا۔ آئندہ اختیار ہے آپ کو ستاد آپ نے؟

راقم۔ آتش زیبق ربا

مولانا پنچ کی نوٹ بک

پٹیالا اور فرزدق

فرزدق شاعر ایک روز نہایت عمدہ زردق برق چادر اوڑھ کے گھر سے نکلا راہ مین ایک لونڈی نے کہا حضور کیا چادر ہے اوا ہو اور شاعر نے جواب دیا ہان ہے تو بہت عمدہ چادر اور اس قابل ہے کہ تمھاری بی بی کے سر پر ہو مگر مین نے عہد کیا ہے کہ چادر اوس نوجوان خوبصورت عورت کے نذر کرونگا جو ایک گرما گرم بوسہ مجھے دے۔

لونڈی دوڑتی ہوئی بی بی کے پاس گئی اور کہنے لگی بیگم ایک گھوڑا ایسی اچھی چادر اوڑھے ہوئے ہے کہ شہر بھر مین کسی بیگم کے پاس نہ ہوگی۔ وہ کہتا ہے جو کوئی مجھ سے منہ چوم لے وہ اوسی کو مال ہے بی بی نے فرمایا ”نگوڑی پھر تو کیون چوک گئی۔ جا جلدی اوسے بلا لا کہین ایسا نہو میان آجائین۔ ایک بوسہ مین نقصان ہی کیا ہے؟ سوئی پاگل اسے مفت مین بُرد ہاتھ سے کھوئی“

لونڈی خود بھی چاہتی تھی لپک کے گئی اور شاعر کو بلا لائی۔ معاملہ پہلے ہی سے طے ہوچکا تھا ادھر سے گال بڑھا ادھر سے منہ چٹاخ سے آواز آئی اور چادر مردانے سر سے اوڑکے زنانے سر پر جا پہنچی۔ بی بی اور لونڈی ڈیوڑھی سے گھر مین ہو رہین چلتے وقت فرزدق نے کہا تھوڑا سا پانی پلادو۔ لونڈی اندر سے بلورین گلاس مین پانی لائی حضرت نے عمداً گلاس اس طرح تھاما کہ دلی مفلس کی طرح چکنا چور ہوگیا۔ انھون نے کہا ارے“ لونڈی لگی باتین سنانے۔ دلی یہ مردوے مین چھلے ہاتھون مین ست نہین۔ بیچارے کے نھے ہاتھون سے گلاس نہ سنبھل سکا۔ ایسے ہی نازک ہو تو گھر مین چوڑیان پہن کے بیٹھو۔ والدی ہو مُنہ دوا اُٹھاو“ لونڈی ایک جھلک رہی تھی کہ صاحب خانہ تشریف لائے پوچھا کیا ہے۔ فرزدق بولا جناب کچھ نہین میں پیاسا تھا پانی مانگ کے پیا مگر ہاتھ سے گلاس چھوٹ کے ٹوٹ گیا۔ یہ کمبخت گلاس کے عوض میرا چادر اگھر مین دے۔ آئی مین منت کرتا ہون مگر یہ تاوان لینے پر اڑی ہوئی ہے۔ آپ واقف ہین کہ ہماری شریعت مین تاوان لینا جائز نہین ہے۔ صاحب خانہ گھر مین گئے چادر مانگی۔ چادر کی قیمت اور اصل حالت کی صورت قابل انکار نہ تھی بیگم بجز خاموشی کے اور کیا کہتین ناچار چادر میان کے حوالے کی اور بوسہ جو مُفت دے بیٹھی تھین اوسپر صبر کیا۔

ناجا اور پٹیالا دونون ایک ہی مذہب وملت کی ریاستین ہین یہ بات افواہ ناس مین شہرت رکھتی ہے کہ ہمارا سرکاری فرزدق ناجا سے خوش نہ تھا اخباری کاغذون نے بار ہا یہی ظاہر کیا کہ پٹیالہ ہونا جا ایک دوسرے کی حیثیت مین اہلیت معلوم نہین۔ اتنا ہم نے بھی دیکھا کہ ان بَن ہوئی ہے کھچڑا پھیلا اور سرکاری عنایت وانعام کی چادر پٹیالے کی ریاست سے جاتی خدا جانے کہ چادر والے نے بوسہ دیا یا نہین مگر ناجا کا بلورین جام ضرور ٹوٹا اور اب ہفتہ وار ”ریاست“ دہلی ناقل ہے کہ پٹیالہ سے چادر چھننے والی اعلان کیا گیا ہے کہ شرائط بازگیری چادر جو ریاست دہلی اخبار مین شایع ہوئے ہین غلط ہین لیکن آجکل کسی اطلاع واثبات کا اعتبار نہین۔ حیدرآباد دکن کے نظم ونسق مین عملاً ویسی ہی دست اندازی ہوئی جیسی کہ مشہور ہوئی تھی حالانکہ اس دست اندازی کی تردید بھی کی گئی۔ آج نہین کل کل نہین پرسون۔ وغیرہ نہین تو رفتہ رفتہ پٹیالے کے سر سے چادر اوترنے کا گمان محکم ہا محکم دنیا کو ہوگیا ہے یعنے جام بلورین کے ساتھ ہی بوسے کی قیمت مین حاصل کی ہوئی چادر بھی جانے والی ہے۔ کسی کا جام ٹوٹے یا گال گھسے۔ فرزدق کے لیے ہر حال مزے ہین۔ طرفہ تر یہ کہ چادر ملنے کا عیب جیون کا تیون مخفی رہیگا۔

متن وشرح

ماتن سر ہیملٹ گرینڈک
شارح مولانا پنچ دام قلمہ

متن: ہندوستانی برطانیہ کے ماتحت رہین یا خود مختار ان مین اتحاد ممکن نہین۔ یہ ایک قوم نہین ہوسکتے۔

شرح: واللہ سچ ہے تجربہ کی بات کہتے ہو ڈیڑھ سو برس سے ہم بھی دیکھ رہے ہین۔ یہ تا معقول اکبر مین نہ ملنا تھے نہ ملے۔ کاش آزمائش ہی کے لیے جھوٹ موٹ ل بیٹھتے تو فاضل ماتن کے قیاس کا بطلان ہوجاتا۔

متن: جب ہندوستان مین غالب قوت کا وجود نہ رہیگا تو وہان کے باشندے ایک قوم نہ رہینگے۔

شرح: یہ بیربلت کل تامل ہے کیا معنی کہ غالب قوت بزور لکڑ ایک قوم بنا دیتی ہے۔ اگر انگریز دس پانچ سال ہندوستان مین رہنے کے بعد روپیہ بیت کے ولایت کی سدھیان نہ جیرتے تو اس دو صدی کے زمانہ مین ہندوستانی ہوجاتے۔ مگر بار وگ امریکہ اور آسٹریلیا کو حشر دیکھ چکے تھے۔ اوھون نے عملاً قید لگادی کہ جب ترقی یا عہدہ جب ملیگا جب میم صاحب لندن کی ...

اور چند افراد کے خصوصی امتیازات سے زمانونی و معاشرتی ابھی اوسی وقت استفادہ ممکن ہے جبکہ لندن کے تولیدی رجسٹر میں نام درج ہو۔ چند اینگلو انڈین ہو نہ ہو جو دن تک ہو چکے گا آزادی قسمت کی بدولت۔

دیکھنا یہ ہے کہ غالب قوت کے غلبہ پانے کی علت کیا ہے آیا مغلوبون کا اتحاد یا ان کا افتراق؟ اگر غالب قوت کا استیلا مغلوبون کے اتحاد و اتفاق سے وابستہ ہے تو پھر گاندھی جی کی ماتحتی مین جو اتفاق ہونے والا تھا یا ہو گیا تھا وہ کیون یہان کے حکام کو ناگوار ہوا۔ اس سمجھا مین نہین اس لیے کہ انہین سمجھا دیا ہے بھائی کیون آپس مین مل بیٹھے شگون اچھا نہین ساعت اچھی نہین۔ کھدر کی پوشاک نہ پہنو۔ ڈیم چرخا چلانے سے کچھ نہ ہوگا۔ بدیشی مال منگاؤ۔ ولایتی مال ہی مین برکت ہے۔ آج کیون یہ اس سمجھا مین اس افتراق پر آنسو نہین بہاتین۔ اور اگر غلبہ کی علت افتراق ہے تو پھر چبا چبا کے باتین کرنے سے کیا غرض۔ اے حضرت آپ غالب ہین آپ کو ہم نکال نہین سکتے۔ رہیے بیٹھے ایسے جلسے دعوتین اڑائیے یہ نہ کہیے کہ تمھاری زندگی ہمارے دم قدم سے قائم ہے ورنہ اب تک تیجا چالیسوان بلکہ برسی ہو گئی ہوتی۔

آپ کی نجومی و ستارہ شناسی ہمین سے بلند ہو گئی ہو گئی۔ اتنا جزو فقرہ کا قابل تو ہے۔ پہلا جزو ہمین تسلیم ہے۔

متن ۔ یہ منتشر ہو جائینگے۔ انہین پرانے دقیانوسی اتفاقی جھگڑے برپا ہونے لگین گے۔

شرح۔ اگر ہر بتے لڑائی جھگڑا ہونے سے کیسوئی بہتر ہے تو انکو انکی قسمت پر چھوڑ کے چند روز تماشا دیکھیے۔ آزمائش شرط ہے۔ آپ کی قوم وہ قوم ہے کہ بغیر تجربہ کسی بات کا اقرار کرتی ہے نہ انکار بلکہ اوسکے امکان عقلی پر غور کرنے کے بعد فوراً عمل شروع کر دیتی ہے۔ ہندوستانیون مین دیسا ہی ثابت ہے۔ بہت سی ایجادین انھون نے بنا یا اور یا یا غلو و مین ہی مرتد ہو گیا ان کا مدعا ہونے کے بعد

رفتہ رفتہ ممکن محال نظر آنے لگے۔ اور وہان محال امکانی سیڑھیان نا گفتہ بہا تھا شاہد ہے کی اعلےٰ سقف پر قلابازیان کھا تا دکھائی دیا۔ اسی طرح دیگر صنایع و بدایع وہی استعباد کے بیلنون جیسے فنا ہوئے کہ ختنا کے ساتھ انکا بازو بند ہو گیا۔ علے ہذا القیاس آلات مخابرہ۔ آپکو دانز عین ٹیلیگرافی پر ناز ہے حالانکہ حکیمون نے ایسی لوحین ایجاد کی تھین کہ اگر ایک لوح کے دو ٹکڑے کر دیجیے جو عمل آپ ایک ٹکڑے پر کیجیے وہی دوسرے پر بن جائے۔ مثلاً ہزارون کوس پر اسی لوح کا ایک ٹکڑا عاشق اپنے ہاتھ مین لیے بیٹھا ہے اور دوسرا ٹکڑا معشوق کے ہاتھ مین ہے۔ عاشق نے لکھا "جان من تمہارے ہجر مین جدہ دریشہ غلطی ہو جاتا ہے" تو دوسرے حصہ پر یہ عبارت خود بخود نقش ہو گئی اب معشوق نے منقوش فقرے کو مٹا کے لکھا "دور بھی ہو نگوڑے" تو عاشق کو لکھا ست گیا اور جواب ادھر آیا۔ ہائے ہائے ۔

لکھکر ہمارا نام زمین پر مٹا دیا
اونکا تو کھیل خاک مین ہم کو ملا دیا

بس ہم کہتے ہین کہ تم اتحاد اقوام ہند کا اس طرح امتحان کرو اور خود دور جا بیٹھو شاید ہوائی جہاز پھر اوڑنے لگے اور "لوح محفوظ معنوی" پھر بن جائے۔ ورنہ ہم یہ سمجھین گے کہ جو لنگوٹیہ وسلے اپنے مطلب کے موافق اختیارات گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے روسے ہندوستانیون کو ملے ہین اون پر بھی تمھاری دانت ہے۔ پھپتا ہے ہم۔ دو آدمی ایک بکری پر جھگڑ رہے تھے۔ تیسرا شخص نظر آیا تو دونون نے کہا جو یہ شخص فیصلہ کرے اوسپر ہم دونون عمل کرین۔ شخص ثالث نے کہا "اچھا قسم کھاؤ کہ اگر میرا فیصلہ نا نو تو تم دونون کی بیبیان قید نکاح سے آزاد ہو جائین" جھگڑنے والون نے قسم کھائی۔ جناب ثالث نے بکری کا کان پکڑا اور سیدھے اپنے مسکن کی طرف راہی ہو گئے۔

ہندوستانیون کے معاملے مین تمھاری بھی یہی نیت معلوم ہوتی ہے۔

۔۔۔ انگلستان کے ہندوستانیون کی ۔۔۔

رہے ہین کہ جیسے زمانہ گزشتہ مین ثالث کے ساتھ عہد بطلاق کیا تھا یہ قسم اسطرح سے نا جائز ہو سکتی ہے کہ فریقین مین سے ایک باہم علان کر دے "اوس شخص کے چھوڑ دینی ہمین طلاق عائد ہو گی تو کس پر؟ چھوڑو میان بکری کا کان" یہ مشورہ برا ہے۔ ممکن ہے کہ حقیقی شکایتین دب جائین۔

متن "باشندگان ہند کبھی حکومت کے قابل نہ ہونگے"

شرح "سچ ہے۔ صنعت ہاتھ مین ہو گی نہ تجارت نہ علم و وطن کی محبت تو آپ سے آپ ہی جیسے ہو گے یہ آپس مین لڑینگے اور تم ڈگڈگی بجاؤ گے"

متن "برطانیہ کا وجود ہندوستان کیواسطے بہت ضروری ہے"

شرح "سر دست اس پہ ہمارا صاد ہے"

متن "کالونیز کی سی آزادی اہل ہند کو نہین مل سکتی"

شرح "تمہید ہی سے ظاہر ہے"

متن "ان مین جمہوری نظام کی صلاحیت نہین"

شرح "میان تمھاری سلامتی ہین"

متن "اتحاد قبائین کیواسطے ضروری ہے کہ کوئی قوت برطانیہ ہی کے ذریعے برقرار رکھی جائے"

شرح "اب آئے راہ پر"

متن "داخلی جھگڑے پہلے تو سلطنت ہند ہاتھ سے جاتی رہیگی"

شرح "مقطع کا بند ہے ۔

آپ نے خوب پڑھا حضرت ارکا احوال"

بعض نہایت اہم وجوہ سے پرچہ نا وقت شایع ہو رہا ہے ابھی چند اشاعتون کا یہی حال رہیگا۔ مجبوری ہے شکایت نہ فرمائیے۔

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

ایک گراموفون کی طرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جانتے والے جانتے ہین کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم مین مصنف نے

اساتذۂ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے۔

استاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار ہین صدہا راگونکی دھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کی گئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سرگمے سے واقف نہ ہون تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک گا سکتے ہین جس طرح کہ استاد خود تعلیم دیتا [illegible] یہ تنگی سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دو گوشہ [illegible] اس کتاب مین [illegible] فی الحقیقت مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیے

اس کتاب کو مرتب کیا ہے حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا تمام ہندوستان کے استادون کا سرمایہ اس مین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ

حصۂ اول کی اب تھوڑی جلد محصول ڈاک بہرحال ذمہ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ